



میں اس شاعت کو اپنے محترم چچا علامہ شبیر احمد عثمانی کی اس جرأت  
میاں کی طرف منسوب کرتا ہوں جس نے تلواروں کی چھاؤں اور  
گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی کلمۃ الحق سے منہ نہیں مڑا۔ (عالم عثمانی)

اپنے بھی خفا مجھے ہیں بیگانے بھی ناخوش میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکاقت

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے عام سالانہ قیمت پانچ روپے، اس کی قیمت

شمارہ ۷۱ بابت ماہ اپریل ۱۹۵۶ء جلد ۷

۱	آفت از سخن	۲	عالم عثمانی
۲	منظومات	۶۲	مکتبہ مسعودیہ
۳	اشمولیکہ	۶۳	جناب حافظ عبدالحق صاحب
۴	سجده بیکہ	۶۵	ملا ابن العربی کی

اشد ضروری

اگر اس دائرے میں شرف نشان ہے تو بھیجیے کہ اس پرچہ پر آپ کی  
خریداری ختم ہے یا تو آپ منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجیں یا وی۔ پی کی اجازت دیں، یا اگر آئندہ  
خریداری جاری نہ رکھنی ہو تب بھی اطلاع دیں، خاموشی کی صورت میں، گلا پرچہ دی۔ پی سے بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا  
اخلاقی فرائض ہوگا۔

اپنا چندہ ہمارے پاکستانی پتہ پر (جو اسی صفحے پر چھپا ہوا ہے) بھیج کر سید منی آرڈر  
ہیں بھیج دیں۔ کیونکہ ہندو پاک کے درمیان وی۔ پی کی آمد و رفت بند ہے۔

پاکستانی خریدار

منجبر

پاکستان پتہ: جناب شہزاد

ترتیب دینے والے

تریکل ذرا اور خط و کتابت

دفتر تحفہ مسودہ سہارنہ



غلط کوئی زبان کھولتا ہے تو اسے ہم دشمن اور الزام تراش اور شریر ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ بسا اوقات زبان کھولنے والا سچی بات کہتا ہوتا ہے۔

ایسا ہی ہم زیر بحث قضیہ میں دیکھ رہے ہیں۔ علما نے دیوبند کا طرز مخالفت بلا ریب و شک یہ واضح کر رہا ہے کہ اصلاح پسند صاحب علم و فضل حق نواز اور عادل و عاقل ہونے کے باوجود ان حضرات کے خلوص پر نفرت و عداوت غالب آگئی ہے۔ یہ جماعت اسلامی کے حق میں ہدایت و اصلاح کا وہ طرز اختیار نہیں کر رہی جو ہادی برحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و کفریہ کے حق میں اختیار فرمایا تھا۔ بلکہ وہ طرز اختیار کر رہے ہیں جو ایک نفرت کرنے والا معاند و ظالم اختیار کرتا ہے۔

اس کی وجوہات کیا ہیں۔ کیا واقعی جماعت اسلامی اس لائق ہے کہ اس کا ذن بچہ کو لٹو میں بیل دیا جائے۔ کیا اس کے نظریات و عقائد میں حقیقت ایسی بنیادی خرابیاں پائی جاتی ہیں کہ صلح و مفاہمت کے عوض اس پر مبادی ہی لازم و ضروری ٹھہرے؟

ان سوالات پر یہاں ہم بحث نہیں کرتے۔ ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ نفرت و عداوت اور مخالفت کے اگر واقعہ کچھ اسباب موجود ہیں تو ان میں سب سے قوی سبب وہ مبالغہ پسند اور جذبات خدہ محبت و عقیدت ہے جو ہم مسلمانوں کی اکثریت کو صوفیاء و اولیاء سے ہے اور جس کی نفسیات اجمالاً ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔

قد یہاں سے شروع ہوا کہ مولانا مودودی نے اپنے مخصوص طریقہ اصلاح و دعوت کے تحت بعض اولیاء و اقیانہ پر کچھ اس طرح کی تنقیدیں کیں جو اگرچہ سنجیدہ علمی انداز کی تھیں لیکن جن کا انداز مانوس طرز ادب اور مردودہ طریق احترام سے بٹا ہوا تھا۔ ان سے علما کو جذبات و خیالات کو غصے لگی اور محبت و نفرت کی نفسیات نے اپنا کام شروع کر دیا۔ محبت نے تو یہ اثر دکھلایا کہ تمام محبوب اسلاف کے اقوال و اعمال کا ہر پرشوشہ ناقابل بحث سو فی صدی برحق تنقید سے بالاتر کامل و اکمل نظر آنے لگا۔ اور نفرت نے یہ اثر دکھلایا کہ مولانا مودودی یا ایک شخص نقاد کے عزم جس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے فتنہ پرداز مخالف دشمن اولیاء معاند اور گستاخ ہے ادب نظر آنے لگے جس کی ہر بات قابل نفرت جس کا

ادالہ حق نفرت بخیری۔ یہ دعویٰ ہمیں نہیں کہ مولانا مودودی نے تصوف یا صوفیاء پر جو کلام کیا ہے وہ حرف گیری سے بالاتر ہے۔ یا جس طرز کو انھوں نے اختیار کیا ہے وہ علماء کے قیاس کردہ اثرات و نتائج سے بالکل خالی ہے۔ نہ ہم اس کے مدعی ہیں کہ مولانا مودودی کے اجتہادات و قیاسات بے غلط اور اہل ہیں۔ اور یہ بات بھی نہیں کہ جماعت اسلامی کے بعض اور ذمہ داروں نے صوفیہ کے اشغال و وظائف اور برشرین کے طہریاتی ارشاد و بیعت پر جو تنقیدیں کی ہیں وہ ہر پہلو حق و جانب ہیں۔ اور ان کا طرز بیان قطعاً لائق اعتراض نہیں ہے لیکن یہاں سوچنا چاہیے کہ نفرت و محبت کے دو گونہ تاثرات میں ہماری علماء کرام اور ان کے ہمنواؤں نے بہت سی ایسی چیزیں بھی جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کی طرف منسوب کرنی شروع کر دیں جو بے بنیاد تھیں۔ اعتراض نہیں۔ الزام محض نہیں۔ ان کے اثبات کے لئے ہمارے لوگوں کے ترانے لگائے گئے اور ریت پر عمارتیں اٹھائی گئیں۔ تحقیر و ذلیل کی گئی اور فتوے نکالے گئے۔ کچھ اچھالی گئی اور نفرت کے گئے۔

اخلاص کا جنازہ لگانے والی نفرت و عداوت کی نشاندہی کے لئے تقریر و تحریر کی دسیوں شہادتیں عوام کے سامنے آچکی ہیں۔ لیکن صرف نشاندہی نہیں بلکہ اس نفرت و عداوت کا ڈھنڈوہ بھی اس فتوے نے پیٹ دیا جس میں قاسم العلوم غزالی وقت حقیر العلماء مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خود مفتیان دارالعلوم دیوبند نے نہ صرف بہشت و الجہنم سے خارج کر دیا، بلکہ نعوذ باللہ من اللک کا نعرہ ٹھہرا دیا!

کیوں؟ صرف اس لئے کہ مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو وہ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی عبارت سمجھے اور جماعت اسلامی کو کسی فرد پر کچھ پٹا اچھلنے اور مبادی کرنے میں انھیں جو لطف حاصل ہوتا ہے اسے ایک نفرت کرنے والا قلب ہی محسوس کر سکتا ہے۔ حقیقت میں اگر مفتیان کرام کے دل و دماغ پر عداوت و نفرت کا پورا تسلط نہ ہوتا تو پہلی ہی نظر میں وہ سمجھ لیتے کہ یہ عبارت جس پر کچھ کافور لگا ہے۔ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی ہو ہی نہیں سکتی کیوں کہ اس انداز بیان اور اسلوب بدایتہ اب سے کافی پہلے زمانے کا حامل ہے لیکن جس طرح غصہ نفرت و جوش اٹھتا



توضیح مضمون لکھ کر اشاعت کے لئے اخبارات کو بھیجے۔ یہ بھی  
تک ہماری نظروں سے نہیں گذرے ابے شک مذکورہ فتوے سے  
حضرت العلامہ مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے دامن صافی پنجابی  
مدد درجہ افسوس ناک طور پر ڈالی گئی ہے اس کو دھونا نہ صرف  
حضرت موصوف کا فرض ہے۔ بلکہ ہر اس شخص کا فرض ہے جو حضرت  
مولانا قاسم کی نصیحت و عظمت سے باخبر ہو۔ اور جو بدنامی اس  
فتوے سے دارالعلوم جیسے معزز ادارے کی ہوئی ہے اسکی مناسب  
تلافی کرنے کے لئے حضرت ہتم صاحب سے زیادہ سوز و دل و دہتر  
کون ہو سکتا ہے؟

تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت ہتم صاحب قبل  
صرف یہی تو کر سکتے ہیں کہ فتویٰ مذکور کی غلطی اور حضرت مولانا  
قاسم کی عبارت کی صحت و صداقت کو ہمیشہ از پیش دلائل سے  
واضح فرمادیں۔ لیکن یہ پسندنی الحقیقت مناسب تلافی نہیں کر سکی  
کیونکہ حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاکم بدین کا فرو  
گمراہ ہونا تو کجا معمولی غلط فہمی ہونا بھی نہ تو اس شخص کے نزدیک  
درست ہے جس نے اپنے مضمون میں مذکورہ فتوے کو نقل کیا ہے  
نہ ہر ایک منٹ کو بھی یہ تصور کر سکتے ہیں کہ حضرت مولانا قاسم  
رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ایسی بات نکل سکتی ہے جو قرآن و سنت کے  
سراسر خلاف ہو مضمون نگار کا اور ہمارا ابلیغی یہی خیال اور  
فیصلہ ہے کہ غلطی فتوے دینے والوں کی ہے۔ اور غلطی کے چھپے علمی  
نہیں محبت کا فرق ہے۔ تب مولانا قاسم صاحب کی عبارت کی  
توثیق و تصویب تحصیل حاصل سے زیادہ کچھ نہیں۔ بلکہ اس ہی حقیقت  
اور بھی زیادہ ثابت و صادق ہو جائے گی کہ زاویہ نظر اور نیت اگر  
صالح نہ ہو تو صحیح سے صحیح چیز بھی غلط سے غلط نظر آ سکتی ہے نیز  
یہی ممتی ہیں جن کے قلم سے مودودی اور جماعت اسلامی کے بے حد  
مخالفتانہ فتووں کا صدور ہوتا رہا ہے۔ لہذا جتنی جتنی مولانا قاسم  
رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی تصویب و تصدیق کی جائے گی اتنی ہی  
اتنی یہ بات مسلم اور محقق ہوتی چلی جائے گی کہ عبارت کے تراشوں  
پر شیے ہوئے سابقہ فتوے غلط در غلط تھے۔ جو شخص یا اشخاص  
سورج کو سیاہی کا گولہ سمجھ کر اکدم اس کے تاریک تر ہو چکا فتویٰ  
مکر دشمن چیز کے، مکر عادل ثقل

کسی انسان پر طاری ہوتا ہے تو عقل و ہوش اور احساس و رجحان اور  
بصیرت و بصارت سب مغلوب و مآذوف ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی  
وہ حرکات سرزد ہو جاتی ہیں جن کا ارتکاب وہ عام حالت میں ہرگز  
نہ کرتا۔ اسی طرح مفتیان کرام کے دل و دماغ پر چھاتی ہوئی بغض و عناد  
کی گہرے ان کی ساری علمیت اور بصیرت و دانائی کو مغلوب کر کے  
یہ دوسوہ ڈالاکہ ہونہ ہو یہ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی خاصہ سائی  
ہے۔ جب یہ دوسوہ پیدا ہو گیا تو کارگو عناد میں فتویٰ کفر کے ڈھلنے  
میں کیا روکتی تھی۔

تفصیل اس اجمال کی سروروزہ دعوت دہلی کی ۱۷ ارجہ کی  
کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے۔ کسی نے حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ  
علیہ کی چند سطریں ان کی کتاب تصفیۃ العقائد سے نقل کر کے لار لاف  
دارالعلوم دیوبند کو بھیجیں اور پوچھا کہ ان سطروں کے لکھنے والے کے  
بارے میں آئینہ کا شرعی فیصلہ کیا ہے؟

خدا جلنے کو نہی خوش گھڑی تھی کہ ان عقل فہم مفتیوں کے  
دماغ میں جن کے ہزاروں فتوے ملک کے کونے کونے کو علم دین کی  
روشنی پہنچاتے رہے ہیں۔ اور جن کے علم و فضل کی قسمیں تک کھاتی  
گئی ہیں۔ یہ بات آگئی کہ ہونہ ہو یہ عبارت مودودی کی یا اسکے  
کسی چیلے کی ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ مندرجہ ذیل فتویٰ  
صادر فرمایا۔

فتویٰ نمبر ۱۰۰۔ الجواب۔

انیار علیہ السلام معاصی سے معصوم ہیں ان کو

مرکب معاصی بھنار العیاذ باللہ اہل سنت والجماعہ

کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہی اور

عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز نہیں

نقطہ دانش عالم سید احمد علی سعید۔ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے۔ ایسے عقیدے والا کافر ہے۔ جب تک

وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع

تعلق کریں۔ مسعود احمد عفا اللہ عنہ

میرزا ارفلافتہ۔ فی دیوبند۔ اہل

کیا ہے کہ غزالہ امثال محترم معتمد جناب مولانا محمد طیب صاحب